قرآن کریم میں ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم اور اس کا دائرہ کار

ڈاکٹر عبد القادر بزدار*

غازی عبد الرحمٰن قاسمی**

سید عبد الخبیر آزاد***

Are the commandments related to Hijab, and addressed to the Mothers of the Faithful in the Holy Quran, specifically for the Mothers of the Faithful or for Muslim women in general? In the article given below, this standpoint has been explained with arguments. The commands given in the Holy Quran are not particularly for the mothers of the Faithful but for the common Muslim Women as well. The early Islamic community presents such followable and appreciable example of this Islamic command of hijab which is unparalleled in the whole human history. It very clearly and vividly proves as how much importance Islam attaches to the honour, respect, dignity and safety of women.

تعارف:

اسلام معتدل مذہب ہے جو ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک ہے۔اس کے بیان کردہ احکام مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ ،بشریت کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں۔اسلام نے جاہلیت کے ایسے رسم ورواج اور خصائل جن سے فتنہ وفساد اور برائی کے اثرات پیدا ہو سکتے تھے ان کو بدل کے امن وچین اور سکون واطمینان والے معاشرے اور تہذیب کی بنیاد ڈالی۔انسانی جذبات کو ہر قسم کے ہیجان سے بچانے کے لیے ایسے احکامات دیے جن کا تعلق براہ راست مرد وعورت دونوں سے ہے۔اور کچھ ایسے احکامات ہیں جو صرف عورتوں سے ہی متعلق ہیں جیسا کہ حجاب کا حکم ہے۔

''حجاب'' کے احکامات اسلام میں پانچ ہجری کو نبی کریم ﷺ کی حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ شادی کے بعد نازل ہوئے[1]اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حجاب کے متعلق سب سے پہلے نازل ہونے

*اسسٹنٹ پروفیسر،پوسٹ گریجوایٹ سنٹر،شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان،پاکستان۔

**لیکچرار،گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان،پاکستان۔

***خطیب بادشاہی مسجد لاہور،پاکستان۔

والی یہی آیت ہے (وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ) (2) جس کو آیت حجاب کہا جاتا ہے۔(3)

اور اسی طرح ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

(يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْـضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى) (4)

"اے نبی کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو اور دبی زبان سے بات نہ کہو کیونکہ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا اور بات معقول کہو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور گزشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔"

مذکورہ بالا آیات میں ازواج مطہرات کے لیے جو احکامات بیان ہوئے ہیں کیا یہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہیں یا عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی ہیں۔؟ بعض اہل علم کی رائے میں یہ احکام حجاب ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہیں۔ جن میں نمایاں نام ڈاکٹر یوسف القرضاوی کا ہے۔

شیخ قرضاوی کا موقف:

ان تمام آیات کا مضمون انتہائی واضح ہے کہ یہ احکام ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہیں۔

دلیل:

آیات کا سیاق وسباق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ازواج مطہرات ہی کے لیے یہ احکام ہیں۔
جس کی مزید وضاحت چند نکات کی صورت میں درج ذیل ہے۔

۱۔ طرز تخاطب میں خاص الفاظ کا انتخاب (يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ)

۲۔ پھر مزید تاکید کے لیے (لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ) کا اضافہ

۳۔ ازاوج مطہرات کو فاحشہ مبینہ پر دوگنا عذاب

۴۔ اعمال صالحہ پر دگنا ثواب

۵۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کی حرمت

یہ سب باتیں قرآن کریم نے واضح انداز میں بیان کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہیں۔اور ان کا سیاق وسباق بھی ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونے پر دلالت کر رہا ہے تو پھر عموم کا قول کس دلیل کی بنیاد پر اختیار کیا جا رہا ہے۔؟(5)

چنانچہ ڈاکٹر محمد فاروق خان مرحوم کی رائے بھی یہی تھی کہ سورۃ احزاب میں ازواج مطہرات سے حجاب کے احکامات ان کے ساتھ خاص ہیں۔(6)اسلامی نظریاتی کونسل کے سابقہ چیئرمین جناب خالد مسعود کا موقف بھی یہی ہے کہ حجاب کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔(7)

اور اسی نقطہ نظر کے دو مضمون ایک ہی عنوان "امہات المومنین کے لیے حجاب کے خصوصی احکام" ماہنامہ "الشریعہ" گوجرانوالہ میں شائع ہوئے ہیں اور دلائل بھی تقریبا یہی ہیں۔(8)

اب دیگر مفسرین کی آراء کو پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے احکام حجاب کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے یا اس کے دائرہ کار میں عام خواتین اسلام کو بھی شامل کیا ہے۔

مفسرین کے اقوال:

امام ابو بکر جصاصؒ (م370ھ) آیت حجاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> "اور یہ حکم اگرچہ خاص طور پر نبی کریم ﷺ اور آپ کی ازواج کے بارے میں نازل ہوا ہے تاہم اس کا معنی عام ہے اور ہم احکامات کی پیروی کرنے کے پابند ہیں مگر وہ احکامات جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص کیا ہے۔"(9)

امام قرطبیؒ (م671ھ) لکھتے ہیں:

> "یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے ضرورت پڑنے پر پردے کے پیچھے سے سوال کرنے یا مسئلہ پوچھنے کی اجازت دی ہے۔اور اس حکم میں تمام مسلمان عورتیں داخل ہیں۔اس لیے کہ اس آیت کے علاوہ شریعت کے دوسرے اصول بھی اس بات کو شامل ہیں کہ عورت کا سارا جسم اور اس کی آواز ستر ہے۔جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا، پس عورتوں کے لیے

اپنے جسم کا کھولنا جائز نہیں، مگر ضرورت کے تحت، جیسے گواہی دینا، یا بیماری جو اس کے جسم پر پر ہو یا کسی ایسی چیز کا سوال کرنا جس کا اس کے پاس ہونا معین ہو۔"[10]

علامہ ابن کثیرؒ (م774ھ) (یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی بیویوں کو آداب سکھاتا ہے اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں۔اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔" [11]

آیت حجاب کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"سبب نزول کے خاص واقعہ کی بناء پر بیان اور تعبیر میں خاص ازواج مطہرات کا ذکر ہے، مگر حکم ساری امت کے لیے عام ہے۔"؟ [12]

اور (یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَا) کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت، نماز اور روزہ کی ادائیگی میں تو کسی کو شبہ نہیں کہ وہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہوں،اور رہا غیر مردوں سے کلام میں نرمی ونزاکت سے اجتناب اور گھروں سے بلاضرورت نہ نکلنا،اور تبرج جاہلیت کی ممانعت اگر غور کریں تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام بھی ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام امت کی عورتوں کو شامل ہیں۔" [13]

سید ابوالاعلی مودودیؒ آیت حجاب کی تفسیر کے دوران لکھتے ہیں:

"آیت حجاب کے نزول کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردے لٹکا دیے گئے ،اور چونکہ حضور ﷺ کا گھر تمام مسلمانوں کے لیے نمونے کا گھر تھا اس لیے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردے لٹک گئے۔مسلمانوں کے گھروں میں پردوں کا لٹک جانا اس بات کی علامت ہے کہ انہوں نے اس حکم کو عام سمجھا اور آیت حجاب کا آخری فقرہ (ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ) جس طرح ازواج مطہرات کو قلوب

کی پاکیزگی کی ضرورت ہے اسی طرح عام مرد اور عورت بھی اگر قلوب کی پاکیزگی رکھنا چاہیں تو وہ یہ طریقہ اختیار کریں۔" [14]

اور (یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ) کی تفسیر کرتے ہوئے سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

"ان آیات میں خطاب نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے کیا گیا ہے مگر مقصود تمام مسلمان گھروں میں ان اصلاحات کو نافذ کرنا ہے، جب حضور اکرم ﷺ کے گھر سے اس پاکیزہ عمل کی ابتدا ہوگی تو باقی مسلمانوں کے لیے اک نمونہ ہوگا۔ ان آیات میں جو کچھ فرمایا گیا ہے کونسی بات ایسی ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ازواج کے لیے خاص ہو اور باقی مسلمان عورتوں کے لیے مطلوب نہ ہو؟ کیا کوئی معقول دلیل ایسی ہے جس کی بناء پر ایک ہی سلسلہ کلام کے مجموعی احکام میں سے بعض کو عام اور بعض کو خاص قرار دیا جائے۔؟" [15]

الحاصل دو قسم کی آراء سامنے آئی ہیں۔

❶ احکام حجاب ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہیں۔

❷ احکام حجاب ازواج مطہرات سمیت تمام خواتین اسلام کے لیے ہیں۔

دعوی تخصیص کا جائزہ:

(الف) (لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ) **میں جو ازواج مطہرات کو خطاب** ہو رہا ہے۔ یہ خطاب خاص نہیں بلکہ خطاب مواجہۃ (متوجہ کرنا) ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۳) خطاب مواجہۃ:

جس میں لفظی طور پر خطاب حضور اکرم ﷺ کو متوجہ کر کے کیا گیا ہو [16] مگر معنوی طور پر وہ حکم اور اس کا بجالانا تمام امت کے لیے ہو۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ) [17]

" آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو۔"

لہذا زوال شمس کے بعد نماز (ظہر) کا پڑھنا آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو بھی مکلف اس وقت کو پائے گا اس پر نماز کا پڑھنا لازمی ہوگا۔ اور اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

(فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) (18)

''سو جب تو (اے نبی) قرآن پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لے۔''

اسی طرح جو بھی قرآن کریم کی تلاوت کرے گا اس کے لیے استعاذہ (پناہ مانگنے) کا یہ حکم ہے۔

مذکورہ بالا تمام مثالوں میں خطاب حضور اکرم ﷺ کو کیا گیا ہے مگر حکم تمام امت کو شامل ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ قرآن کریم کا خطاب ہر جگہ خاص نہیں ہوتا بلکہ کبھی متوجہ کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں ازواج مطہرات کو (لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ) سے جو خطاب ہو رہا ہے وہ خطاب" مواجہۃ" ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج کو متوجہ کرنا مقصود ہے کہ تم اپنے آپ کو عام عورتوں کی طرح نہ سمجھنا بلکہ تم نبی ﷺ کی بیویاں ہو لہذا تمہیں آئندہ بیان ہونے والے احکام کی نہایت پابندی کرنی ہوگی۔ اس لیے کہ دوسری خواتین اسلام تم سے سیکھیں گی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ احکام شریعت صرف تمہارے لیے ہیں اور عام خواتین اسلام ان سے مستثنی ہیں۔

(ب) (لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ) سے جو ازواج مطہرات کی تخصیص معلوم ہو رہی ہے وہ ان معنوں میں نہیں کہ ''احکام حجاب'' صرف انہی کے ساتھ خاص ہیں بلکہ ان معنوں میں ہے کہ تم محض عام عورتوں کی طرح انسان نہیں ہو بلکہ تم میں وہ صفات ہیں جو عام عورتوں میں نہیں ہیں مثلاً تم جمیع مومنین کی امہات اور خیر المرسلین کی زوجات ہو۔ اس لیے اور اہتمام کا مظاہرہ کرو۔

(ج) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ (لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ) سے احکام حجاب کی ازواج مطہرات کے ساتھ تخصیص ہے تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ یہ احکام دوسری مسلمان عورتوں کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ تخصیص ان معنوں میں ہے کہ ان کے لیے احکام حجاب میں" شدت" ہے کہ وہ نابینا سے بھی پردہ کریں گی۔ جبکہ عام مسلمان عورت کو نابینا سے پردہ کرنا ضروری

نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن مکتوم کی آمد پر ازواج مطہرات جو اس وقت موجود تھیں آپ ﷺ نے انہیں پردہ کرنے کا حکم دیا۔ نابینا سے پردہ کا حکم یہ ازواج مطہرات کی حرمت اور عظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ خاص ہے۔ (19)،امام ابوداؤدؒ نے بھی اس حکم کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث ام سلمہؓ (جس میں حضرت ابن مکتومؓ کے آنے پر پردہ کا ذکر ہے) کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور اس کی دلیل یہ ہے حضور اکرم ﷺ نے فاطمہ بنت قیس کو ابن مکتومؓ کے پاس عدت گزارنے کا حکم دیا کہ اگر تم اپنے کپڑے بھی اتار دو گی (تو کسی قسم کا کوئی حرج نہیں ہے) اس لیے کہ وہ ایک نابینا شخص ہے۔" (20)

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے بھی حدیث ام سلمہؓ کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص قرار دیا ہے اور حدیث فاطمہ بنت قیسؓ کو عام عورتوں کے لیے قرار دیا ہے۔ (21)

(د) (لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ) سے احکام کی تخصیص مراد نہیں، بلکہ ان پر عمل کے اہتمام کی ہے کہ ازواج مطہرات کی شان اور فضیلت چونکہ عام عورتوں سے زیادہ ہے اس لیے جو احکام تمام مسلمان عورتوں پر فرض ہیں ان کو زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ (22)

باقی رہا شیخ قرضاوی کا یہ کہنا کہ ازواج مطہرات کو نافرمانی پر دگنا عذاب اور اعمال صالحہ پر دگنا ثواب ملے گا یہ ان کی خصوصیت ہے تو یہ بھی قابل تسلیم نہیں۔ اس لیے کہ ازواج مطہرات کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں جن کو نافرمانی پر دگنا عذاب کی وعید اور اعمال صالحہ پر دہرے اجر کی نوید سنائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور جو نہ تو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو پکارتے ہیں اور نہ وہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر رکھا ہو مگر حق کے ساتھ اور نہ ہی وہ زنا و بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں جس شخص نے یہ کیا وہ گناہ میں جا پڑا، قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب ہو گا اور ذلت و خواری سے اس میں ہمیشہ رہے گا۔"(23)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تین آدمیوں کو دوہرا ثواب دیا جائے گا جس شخص کے پاس باندی ہو اور اس نے اسے اچھی تعلیم دی اور اسے اچھا ادب سکھایا، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اسے دوہرا ثواب ملے گا، اور جو شخص اہل کتاب میں سے اپنے نبی پر اور مجھ پر ایمان لائے اس کو بھی دوہرا ثواب ملے گا اور جو غلام اپنے مالک اور اپنے خدا کا حق ادا کرے تو اس کا دگنا ثواب ہے۔" (24)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت زینبؓ بیان فرماتی ہیں:

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا میرا اپنے خاوند پر اور ان یتیموں پر جو میری پرورش میں خرچ کرنا صدقہ میں کافی ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زینب کو دہرا اجر ملے گا صدقہ کا ثواب اور صلہ رحمی کا ثواب۔" (25)

مندرجہ بالا نصوص سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ پر دگنا اجر و ثواب اور نافرمانی پر دہرا عذاب یہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ ازواج مطہرات کے ساتھ حضور ﷺ کی وفات کے نکاح کیوں منع ہے۔ اس بارے میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"کسی شخص نے آپ ﷺ کی کسی بیوی سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح کرنے کا ارادہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی، تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ کی بیویاں دنیا اور آخرت میں بھی آپ ﷺ کی بیویاں ہیں اور تمام مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں اس لیے مسلمانوں پر ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔" (26)

دعوی تخصیص سے مانع دلائل:

احکام حجاب کا ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کرنے سے درج ذیل وجوہ مانع ہیں۔

ا۔ قرآن کریم میں حجاب کے حوالہ سے خطاب عام ہے:

(يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَٰتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ) (27)

"اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکایا کریں۔اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر ستائی نہ جائیں گی۔"

اس آیت میں ازواج مطہرات، بنات رسول اور امت کی عام عورتوں کو جلباب کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

جلباب کا مفہوم:

علامہ ابن حزمؒ (م456ھ) لکھتے ہیں:

"اور جلباب، لغت عرب میں وہ زبان جس میں نبی کریم ﷺ گفتگو فرمایا کرتے تھے، اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو تمام بدن کو ڈھانپ لے اور جو کپڑا تمام بدن کو نہ ڈھانپے اسے جلباب نہیں کہتے۔" (28)

مندرجہ بالا حوالہ سے جلباب کی وضاحت تو ہو گئی لیکن کیا اس جلباب سے چہرہ بھی چھپایا جائے گا؟ اس کی کیفیت پوری طرح واضح نہیں ہے اس کے لیے ضرورت یہ پیش آئی کہ دیکھا جائے اس آیت کی مخاطبات جن کو قرآن مجید نے جلباب اوڑھ کر باہر نکلنے کا حکم دیا ہے ان کے لیے کسی دوسرے مقام پر حجاب کا حکم ہو۔اور اس کی کیا کیفیت ہے؟

اس لیے کہ تفسیر قرآن کا مشہور اصول ہے:

ان القرآن یفسر بعضه بعضاً (29)

"قرآن کریم کا بعض دوسرے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔"

تو ازواج مطہرات کے حوالہ سے احکام حجاب واضح مل گئے (وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ) جن کو شیخ قرضاوی نے ازواج مطہرات کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔اور اسی طرح ازواج مطہرات کو خطاب ہوا (وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلَى) اور اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبریؒ (م310ھ) لکھتے ہیں:

''تبرج سے مراد زینت کا اظہار ہے اور عورت کا اپنے محاسن کا مردوں کے لیے ظاہر کرنا تبرج کہلاتا ہے۔'' (30)

عورت کے محاسن میں اس کا چہرہ بھی شامل ہے۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ (م483ھ) لکھتے ہیں:

''عورت کی زیادہ تر خوبصورتی اس کے چہرے میں ہوتی ہے۔''(31)

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ ازواج مطہرات کے لیے حکم حجاب فرض تھا۔(32)اس آیت جلباب میں ازواج مطہرات کو بنات رسول اور امت کی عام عورتوں کو ایک جیسا ہی خطاب ہو رہا ہے۔ اگر ازواج مطہرات کے لیے حجاب کے احکامات فرض نہیں تو پھر ان کے لیے بھی فرض نہ ہونگے اور اگر ان کے لیے فرض ہیں تو پھر ان کے لیے بھی ہونگے کیونکہ ایک ہی سیاق میں حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مفسرین نے (يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ) سے چہرے کا پردہ مراد لیا ہے۔

امام ابن جریر طبریؒ (م310ھ) لکھتے ہیں:

''مسلمان عورتیں جب گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں، بلکہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں۔'' (33)

امام ابو بکر جصاص رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نوجوان عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپائے، اور وہ اس بات پر بھی مامور ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت ستر اور اور عفت مآبی کا اظہار کرے تاکہ مشکوک افراد ان سے غلط امید و طمع نہ کر پائیں۔''(34)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

''چونکہ عرب خواتین میں کچھ چھچھوراپن باقی تھا اور وہ لونڈیوں کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کو ان کی طرف دیکھنے اور ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث تھا تو اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ

عورتوں کو اپنے اوپر چادریں لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں۔"[35]

قاضی بیضاویؒ(م685ھ)لکھتے ہیں:

"وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں،اور من تبعیض کے لیے ہے یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکالے اور بعض کو لپیٹ لے۔"[36]

امام نسفیؒ(م710ھ)لکھتے ہیں:

"(یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ) کا معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں)کو اپنے اوپر لٹکالیں،اوران سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا،ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو۔"[37]

مندرجہ بالا مفسرین کی رائے بھی یہی ہے کہ احکام حجاب عام ہیں۔

۲۔　مشہور اصول ہے:

العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب [38]

"اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا نہ کہ سبب نزول کے ساتھ خاص واقعہ کا۔"

لہذا ان آیات حجاب کے احکام کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کرنے کی بجائے عام قرار دینا راجح ہے ۔وگرنہ تو بہت سارے قرآن کریم کے احکام جو کسی نہ کسی خاص سبب یا واقعہ پر نازل ہوئے تھے وہ بھی اپنے مورد پر بند ہو جائیں گے۔جس سے سہولت کی بجائے"حرج"واقع ہو گا۔

امام فخر الدین رازیؒ(م606ھ) لکھتے ہیں:

"اور تحقیق اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ سبب نزول کے ساتھ خاص واقعہ کا،کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالی کے اس قول کو: بے شک اللہ نے اس

عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑتی تھی (مجادلہ: 1) یہ آیت ایک عورت کے بارے میں نازل ہوئی اور اس حکم میں سارے افراد مراد ہیں۔" (39)

چنانچہ یہ بات واضح ہوئی کہ جس طرح سورۃ مجادلہ کی ابتدائی آیات حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جن کے شوہر نے ان سے ظہار کیا تھا لیکن آیت میں جن الفاظ کے ساتھ حکم ظہار بیان کیا گیا وہ حکم صرف حضرت خولہؓ کے شوہر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کرلیں۔اسی طرح حجاب کے احکامات میں خطاب ازواج مطہرات کو ہورہا ہے مگر اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں۔

۳۔　ازواج مطہرات کو جو احکامات دیے گئے ہیں۔ان میں نماز کا قیام اور زکوۃ کی ادائیگی، قول معروف کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے جب یہ احکامات تمام خواتین کے لیے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرار فی البیت، حجاب، لوچ دار آواز میں بات کرنے سے اجتناب، تبرج جاہلیت کی ممانعت صرف ازواج مطہرات کے ساتھ ہی خاص ہوں۔کیا احکام شرعیہ صرف ازواج مطہرات کے لیے تھے؟ صحابہ کرامؓ کی نظر ازواج مطہرات کی طرف عزت وعظمت اور احترام سے بھرپور تھی اس کے باوجود جب ان کے لیے احکام حجاب کی پاسداری ضروری تھی تو عام عورتوں کے لیے بطریق اولی ہونی چاہیے ان لہذا یہ قول اختیار کرنا کے یہ احکامات تمام عورتوں کے لیے ہیں ان آیات کے سیاق وسباق کے موافق ہے۔

۴۔قرآن مجید کی تعلیمات تمام لوگوں کے لیے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

(وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ) (40)

"اور وحی کے ذریعے بھیجا گیا میری طرف یہ قرآن تاکہ اس کے ذریعے میں خبردار کروں تم لوگوں کو بھی اور ہر اس شخص کو بھی جس کو یہ پہنچے۔"

اور یہ بات پیچھے گزر گئی ہے کہ حکم میں عمومیت کا اعتبار ہوتا ہے۔اور قرآن مجید میں جو خطاب خاص طور پر انبیاء علیہم السلام کو کیا گیا ہے وہ اہل ایمان کو بھی شامل ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:

((إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ))[41]

"اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا"

لہذا جب مومنین ،انبیاء کے خطاب میں داخل ہیں۔تو اہل ایمان کی عورتیں ،امہات المومنین کے خطاب میں بطریق اولی داخل ہونگی۔رہا قرآن کریم کا خاص ازواج مطہرات کو مخاطب کرنا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خطاب بھی ان کے ساتھ خاص ہے تا وقتیکہ کوئی دلیل صریح و صحیح و قطعی پائی جائے جس سے تخصیص کا پہلو نکلتا ہو۔اور عمومی معنی مراد لینے میں کوئی دشواری ہو۔جیسا کہ خصائص نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کا اسلوب ہے۔

(وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَآ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ)[42]

"اور اس مسلمان عورت کو بھی (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال کر دیا ہے) جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے بشر طیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہے یہ خالص آپ کے لیے ہے نہ اور مسلمانوں کے لیے"

اس آیت میں (خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) کا جملہ اس حکم کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تخصیص کو بیان کر رہا ہے۔

اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

(لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ) [43]

"آپ کے لئے (اے پیغمبر!) اس کے بعد اور عورتیں حلال نہیں۔"

اس قسم کا کوئی زائد جملہ جو محض خطاب کے علاوہ تخصیص پر دلالت کرنے والا ہو تو پھر اس خطاب کا ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونا مراد لیا جاسکتا ہے

۵۔ مشہور اصول ہے:

أن الأحكام تدور مع العلل وجودا وعدما[44]

"بے شک احکام اپنے وجود و عدم میں علل کے ساتھ پائے جاتے ہیں"

اور آیت حجاب (وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) **میں گو** ظاہری طور پر ازواج مطہرات سے حجاب کی آڑ میں سوال کرنے کا حکم ہے مگر یہ حکم تمام خواتین کو شامل ہے اس لیے کہ قرآن کریم نے اس سے اگلے جملے میں اس کی ''علت'' بیان کرتے ہوئے مزید وضاحت فرمائی (ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ) ''یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لیے بھی اور ان کے دلوں کے لیے بھی زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے۔''انتہائی واضح اور صریح الفاظ میں وضاحت کر رہا ہے کہ اس حکم کا اطلاق تمام عورتوں پر ہوتا ہے۔اب ظاہر ہے کہ دلوں کی پاکیزگی صرف ازواج مطہرات ہی کے لیے مطلوب نہیں بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے مطلوب ہے،اس لیے آیت کے حکم کو کچھ خاص عورتوں میں منحصر کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔؟

۶۔ قرآن مجید بعض مرتبہ انبیاءاور صحابہ کرامؓ کو خاص طور مخاطب کرتا ہے جس میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس حکم میں شامل ہیں۔اور شریعت کا یہ اسلوب بہت سے مقامات پر ہے۔کہ جب اعلی اور اشرف فرد کو ایک حکم کا پابند کیا گیا تو اس کا غیر بھی اس حکم میں بطریق اولی شامل ہو گیا۔اس کی بے شمار مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں،مثلاً حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو جب اللہ تعالی نے فرعون کے پاس تبلیغ کے لیے بھیجا تو فرمایا:

(فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى) (طہ:44)

''پھر بھی تم دونوں اس سے بات نرمی ہی سے کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا عذاب سے ڈر جائے''

اس میں تبلیغ کا بڑا اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ نرمی سے گفتگو کی جائے لہذا جس طرح یہ حکم حضرت موسیٰؑ کو دیا گیا اسی طرح امت محمدیہ کے لیے بھی ہے کہ دعوت دین دیتے وقت نرم لہجہ اختیار کرنا ہے ۔اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو بے شمار مقام پر مخاطب کر کے قران مجید میں حکم دیا گیا ہے لیکن وہ حکم امت کے لیے بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

''اگر فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''(45)

اس حدیث میں خاص طور پر حضرت فاطمہؓ کا ذکر ہے مگر اس طرف اشارہ ہے کہ جب ان کے لیے کوئی رعایت نہیں تو عام خواتین کے لیے کیسے گنجائش نکل سکتی ہے۔؟اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

''اور پہلا سود جو میں معاف کرتا ہوں وہ میرے چچا (عباس بن عبدالمطلب) کا سود ہے۔''(46)

اس حدیث میں خاص طور پر حضرت عباسؓ کا ذکر ہے جب ان کا سود معاف کر دیا گیا تو باقی لوگوں کے لیے بھی اس حکم کی پابندی ضروری ہو گئی۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

''جاھلیت کا پہلا خون جو معاف کیا جاتا ہے۔ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے۔''(47)

اس حدیث میں حارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرنے کا ذکر ہے تاہم اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی جتنے خون زمانہ جاھلیت میں ہوئے وہ معاف ہیں۔ بہر کیف ان تمام مثالوں سے واضح ہوا کہ شریعت کا خاص طور کسی کو مخاطب کر کے حکم لگانا ضروری نہیں کہ اسی فرد کے ساتھ خاص ہو، بلکہ اس کو اپنے عموم پر باقی رکھا جائے گا اور جہاں کوئی دلیل تخصیص جو عمومی معنی مراد لینے پر مانع ہو وہاں پھر تخصیص کا قول کیا جائے گا۔

۷۔ احکام حجاب کے نزول سے پہلے گو حجاب کا التزام نہ تھا تاہم شرفاء کے گھرانوں میں حجاب کا اہتمام تھا۔ جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں:

''حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا: جب میں ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد عدت گزار رہی تھی تو نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے مجھ سے بات کی، میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ''حجاب'' تھا اور آپ ﷺ نے مجھے پیغام نکاح دیا۔''(48)

اس روایت سے واضح معلوم ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت ام سلمہؓ سے بات چیت کی اور پیغام نکاح دیا تو وہ ''حجاب'' میں تھیں۔ حالانکہ اس وقت احکام حجاب نازل نہیں ہوئے تھے۔ ابن سعدؒ (م 230ھ) نے حضرت ہندہؓ زوجہ حضرت ابو سفیانؓ کی شادی کا واقعہ بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے جس میں ان کے پردہ کا ذکر ہے۔(49) حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح کے وقت پہلی آیت

"حجاب" نازل ہوئی ہے اس کے نازل ہونے سے پہلے بھی حدیث میں ان کی گھر میں نشست کی یہ صورت بیان کی گئی ہے۔ "اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ دیوار کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھی ہوئی تھیں۔" (50) حالانکہ احکام حجاب بعد میں نازل ہوئے، قابل غور بات یہ ہے کہ جس معاشرہ میں ابھی حجاب کے احکام نازل نہیں ہوئے مگر وہاں حجاب کا اہتمام تھا۔ تو جب باقاعدہ شریعت نے ان احکام کو بیان کیا تو پھر مسلمان عورتوں نے ان کو عام کیوں نہ سمجھا ہوگا۔

۸۔ قرآن وحدیث پر غور وفکر بھی اس بات کا موید ہے کہ اس مقام پر آیات کی ازواج مطہرات کے ساتھ تخصیص کرنا دوسری آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کے بالکل خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سارے احکام تمام مسلمان عورتوں کے لیے ہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت اسماءؓ کا واقعہ، فاطمہ بنت منذر بیان کرتی ہیں۔

"کہ ہم حالت احرام میں خمار سے اپنے منہ ڈھانپتی تھیں اور اسما بنت ابی ابکر صدیق ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔" (51)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بھی ازواج مطہرات میں سے نہیں ہیں مگر وہ بھی اپنے چہرہ کو اجنبیوں سے چھپاتی تھیں۔ معلوم ہوا "احکام حجاب" ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں تھے بلکہ دیگر صحابیاتؓ نے بھی ان احکام کو عام سمجھا تھا۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

((قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ)) (52)

"کہ (دوران حج وعمرہ) سوار ہمارے سامنے سے گذرتے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ہوتے پس جب سوار ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے منہ پر ڈال لیتیں اور جب وہ گذر جاتے تو ہم پھر منہ کھول لیتے۔"

حضرت عائشہؓ کی اس روایت میں " نحن" (ہم) کا لفظ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ ان کے ساتھ اور بھی خواتین شریک تھیں۔

شیخ قرضاوی کے اعتراضات:

شیخ قرضاوی نے اپنے فتوی " النقاب لیس فرضا ولیس بدعة" (53)میں اس حدیث پر چند اعتراضات کیے ہیں۔

1۔ اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی موجود ہے جس پر کلام کیا گیا ہے اور اس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے احکام میں اس کی روایت قابل حجت نہیں ہے۔

2۔ یہ حضرت عائشہؓ کا فعل ہے جس سے وجوب پر استدلال کیا نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ فعل رسول ﷺ بذات خود وجوب پر دلالت نہیں کرتا چہ جائیکہ کسی اور کے فعل سے وجوب کا قول کیا جائے۔

3۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ازواج مطہرات کی خصوصیت ہو؟

جوابات:

پہلے اعتراض کا جواب:

سند کے لحاظ سے یہ حدیث صالح للاستدلال اور قابل حجت ہے ۔اس لیے کہ امام ابو داؤدؒ (م 275ھ) نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا ہے اور جس حدیث پر امام ابو داؤد سکوت فرمائیں وہ قابل حجت ہوتی ہے۔

چنانچہ اپنے اس رسالہ میں جو اہل مکہ کے نام ہے۔ لکھتے ہیں:

ما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح (54)

"جس حدیث پر میں کوئی کلام نہ کروں اس کو صالح (قابل حجت) سمجھنا چاہیے۔"

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ (م 241ھ) نے بھی اس حدیث کو یزید ابن ابی زیاد کی سند سے نقل کیا ہے۔(55)

اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ روایت اسی راوی کے ساتھ مذکور ہے۔(56)

اسی طرح نسائی شریف میں بھی یزید بن ابی زیاد کی روایت موجود ہے۔(57) اور قوت سند کے اعتبار سے بخاری و مسلم کے بعد نسائی شریف ہے۔(58)

امام ترمذیؒ (م 279ھ) نے بھی یزید بن ابی زیاد کی روایات ذکر کی ہیں اور متعدد مقامات پر ان کی تحسین فرماتے ہوئے "حسن صحیح" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔(59)

اور ایک مقام پر سنن ترمذی میں لکھتے ہیں:

یزید بن أبی زیاد الکوفی أثبت من هذا وأقدم (60)

مندرجہ بالا تصریحات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یزید بن ابی زیاد قابل اعتماد اور جائز الحدیث راوی ہے۔ چونکہ آخری عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اس لیے ان پر ضعف کا قول کیا گیا۔ تاہم جنہوں نے آخری عمر سے پہلے سماع حاصل کیا ان کی روایات صحیح اور معتبر ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م 852ھ) لکھتے ہیں:

قال ابن حبان کان صدوقا إلا أنه لما کبر ساء حفظه وتغیر وکان یلقن ما لقن فوقعت المناکیر فی حدیثه فسماع من سمع منه قبل التغیر صحیح (61)

"ابن حبانؒ نے کہا یزید بن ابی زیاد سچا راوی ہے لیکن جب وہ بوڑھے ہو گئے تو ان کا حافظہ خراب ہو گیا اور تلقین قبول کرنے لگے، جس کی وجہ سے ان کی روایت میں اوپری چیزیں آ گئیں، لیکن تغیر حافظہ سے پہلے جس نے ان سے روایات سنی وہ صحیح ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد سے جن روایوں نے تغیر حافظہ اور اخیری زمانہ سے پہلے سماع حاصل کیا ان کی روایات صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی (م 456ھ) نے چند راویوں کے نام ذکر کیے ہیں جنہوں نے یزید بن ابی زیاد سے اول عمر میں، تغیر حافظہ کے زمانے سے قبل سماع حاصل کیا ان میں، شعبہ، سفیان ثوری، اور ہشیم وغیرہ شامل ہیں۔(62) زیر بحث یزید بن ابی زیاد کی روایت میں اس کا شاگرد ہشیم موجود ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہشیم نے ان سے تغیر حافظہ سے قبل سماع حاصل کیا ہے لہذا یہ روایت صحیح، قابل حجت اور صالح للاستدلال ہے۔ جب کہ زیر بحث روایت کے ہم معنی روایات موجود ہیں جن کو بطور تائید کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اسماءؓ کا

واقعہ پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔یہ روایت یزید ابن ابی زیاد کی روایت کے ہم معنی ہیں چنانچہ اگر ان کا ضعیف ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس روایت کی وجہ سے ان کا ضعف مندفع ہو گیا۔

دوسرے اعتراض کا جواب:

۱۔ حضرت عائشہؓ کا یہ فعل حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں ہے۔اور جو کام آپ ﷺ کی موجودگی میں ہو اور آپ ﷺ اس پر سکوت اختیار فرمائیں وہ حدیث تقریر میں داخل ہے۔(63)اور حدیث تقریر سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ راوی جب اپنے عمل کی نسبت حضور اکرم ﷺ کے زمانے کی طرف کرے تو وہ بھی حدیث مرفوع ہوتی ہے۔(64)

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

۳۔ اگر ایک صحابیؓ کی بات دوسرے صحابہؓ تک پہنچے اور وہ اس پر انکار نہ کریں تو وہ اجماع کہلاتا ہے۔اور جو چیز اجماع سے ثابت ہو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔(65)

حضرت عائشہؓ کی اس روایت پر کسی صحابیؓ کا اعتراض اور انکار منقول نہیں ہے جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ روایت سالم عن المعارض ہے اور اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

فعل رسول ﷺ سے وجوب کا ثبوت:

باقی شیخ قرضاوی کا علی الاطلاق یہ کہنا کہ فعل رسول ﷺ سے وجوب ثابت نہیں ہوتا یہ کلام محل نظر ہے۔

اس لیے کہ فعل رسول ﷺ سے عدم وجوب کا قول اس وقت کیا جاسکتا ہے جب کوئی دلیل تخصیص پائی جائے کہ وہ فعل آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔وگرنہ وہ حکم امت کے لیے بھی ہوگا۔(66)معلوم ہوا فعل رسول کی اقتدا کی جاسکتی ہے۔

اور مزید یہ کہ فعل رسول ﷺ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔اور عدم وجوب کا قول اس وقت کیا جاسکتا ہے جب کوئی ایسی دلیل پائی جائے جس سے اس فعل کا آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہونا

پایا جائے پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فعل چونکہ آپ ﷺ ہی ذات کے ساتھ خاص ہے اس لیے امت کے لیے اسے واجب اور ضروری قرار نہیں دیا جاسکتا۔([67])

تیسرے اعتراض کا جواب:

احکام حجاب ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ عام خواتین اسلام کے لیے بھی ہیں جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

قیاس کا تقاضا:

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ قرآن کریم نے واضح انداز میں ازواج مطہرات کو ہی حجاب کا حکم دیا ہے اور عام عورتوں کے لیے حجاب کا حکم قرآن مجید میں نہیں، تو اس حوالے سے یہ مسئلہ غیر منصوص ہوا کہ عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ہے یا نہیں ہے ؟اور غیر منصوص مسائل میں قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے([68]) تو اس مسئلے میں بھی قیاس کی ضرورت ہے۔ ([69])

قیاس کے چار ارکان ہیں۔

۱) **اصل:** جس کا حکم صراحتاً مذکور ہو۔ جیسا کہ آیت حجاب میں ازواج مطہرات

۲) **فرع:** جس کا حکم صراحتاً مذکور نہ ہو۔ جیسا کہ عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا حجاب

۳) **حکم:** جو اصل پر لگایا جا رہا ہے۔ پورے جسم کا چھپانا بشمول چہرے کے

۴) **علت:** جس کی وجہ سے حکم پایا جا رہا ہے۔ پاکیزگی قلب

قیاس کی صورت:

پاکیزگی قلب کی علت میں اشتراک واتحاد کی وجہ سے ازواج مطہرات کی طرح عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی پورے جسم کا چھپانا بشمول چہرے کے ضروری ہے۔لہذا قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس

طرح ازواج مطہرات کے لیے حجاب کے احکامات ہیں ویسے ہی عام مسلمان عورتوں کے لیے ہونے چاہییں۔

خلاصہ کلام:

قرآن مجید میں ازواج مطہرات کے لیے جو احکامات حجاب نازل ہوئے ہیں وہ ان کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ عام ہیں۔اس ضمن میں صدر اول کا اسلامی معاشرہ اپنے مدنی دور میں ''حجاب'' کے اسلامی احکام کی پابندی کی وہ قابل تقلید مثالیں پیش کرتا ہے کہ جن کی نظیر چشم فلک نے نہ دیکھی جو اس بات بھی پر دلالت کرتا ہے کہ ان احکامات حجاب کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں سمجھا گیا اور ان کے مطالعہ سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کی عزت وعصمت اور عفت وناموس کی نگہداشت کو کتنی زبردست اہمیت حاصل ہے۔اور اگر ان احکام کا ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونا تسلیم کر لیا جائے تو وہ ان معنوں میں ہے کہ ان کے لیے ان احکام میں سختی ہے کہ وہ نابینا سے بھی پردہ کریں گی۔جب کہ عام عورتوں کے لیے نابینا افراد سے حجاب ضروری نہیں ہے۔

اسلام میں مرد اور عورت کے درمیان ''حجاب''اور ''حد بندی'' کا جو تصور ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کی دنیا مردوں سے بالکل الگ اور مختلف ہے ؟اگر ایسا ہوتا تو'' حجاب'' کے احکام شریعت میں نہ ہوتے ،قرآن کریم نے عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر پابندی نہیں لگائی ،بلکہ عورت کو زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے نکلنے پر منع کیا گیا۔درحقیقت''حجاب ''معاشرے میں مرد اور عورت کی بے ضابطہ آمیزش ،ضرورت سے زیادہ اختلاط سے کو روکنے کے لیے ہے ۔معاشرے اور ماحول کو محفوظ اور صحت مند رکھنے کے لیے اور ایسی فضا قائم کرنے کے لیے اسلام نے ''حجاب'' کا اہتمام کیا ہے جس میں عورت بھی معاشرے میں اپنی سرگرمیاں انجام دے سکے اور مرد بھی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہو سکے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) مفتی شفیع،احکام القرآن، کراچی، ادارۃالقرآن والعلوم الاسلامیہ، 1413ھ، جلد 3، صفحہ 406

(2) القرآن،الاحزاب:53

(3) مفتی شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃالمعارف، جون 2005ء، جلد ہفتم، صفحہ 210

(4) القرآن،الاحزاب:32،33

(5) قرضاوی، یوسف، الدکتور، الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیہ مع نظرات تحلیلیۃ فی الاجتہاد المعاصر، دارالعلم، س ن، صفحہ 43

(6) فاروق خان، ڈاکٹر، اسلام اور عورت، لاہور، دار التذکیر رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، صفحہ 32 تا 43

(7) سنڈے میگزین روزنامہ جنگ 28 اکتوبر 2007

(8) ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ اگست و دسمبر 2007

(9) الجصاص، ابو بکر احمد بن علی بن الرازی، احکام القران، بیروت، داراحیاالتراث العربی، 1405ھ، جلد 5، صفحہ 242

(10) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد 14، صفحہ 227

(11) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی ابو الوفاء تفسیر القرآن العظیم بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1419ھ، جلد 6، صفحہ 363

(12) معارف القرآن، جلد ہفتم، صفحہ 200

(13) احکام القرآن، جلد 3 صفحہ 315، معارف القرآن، جلد ہفتم، صفحہ 139

(14) مودودی، ابو الاعلی، سید، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، 1980 جلد 4، صفحہ 22

(15) تفہیم القرآن، جلد 4، صفحہ 88

(16) نبی کریم ﷺ کو خطاب کے ساتھ متوجہ اس لیے کیا گیا کہ وہ اللہ تعالی کی طرف بلانے والے ہیں اور اور اللہ تعالیٰ کی مراد کو بیان کرنے والے ہیں۔اس لیے آپ ﷺ کے نام کو مقدم کیا گیا (نووی، شرح نووی علی صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 204)

(17) القرآن،الاسراء:78

(18) القرآن،النحل:98

([19])العینی ،بدرالدین،ابو محمد ،عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری،بیروت ،درالکتب العلمیہ ،2006،جلد30،صفحہ 26

([20])ابو داؤد،جلد4،صفحہ 63

([21]) ابن قدامہ ،عبداللہ بن احمد، ،ابو محمد،المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل،بیروت ،درالفکر، 1405ھ،جلد7،صفحہ 465

([22]) معارف القرآن،جلد ہفتم،صفحہ 139

([23]) القرآن،الفرقان:68،69

([24]) البخاری،الصحیح،جلد4،صفحہ 60

([25]) ابن ماجہ،محمد بن یزید،ابو عبداللہ،السنن،داراحیاء الکتب العربیہ،س ن،جلد1،صفحہ 587

([26]) ابن کثیر،تفسیر القرآن العظیم،جلد6،صفحہ 403

([27])الاحزاب:59

([28])ابن حزم،علی بن احمد بن سعید،ابو محمد،الظاہری،المحلی،بیروت،دارآلافاق الجدیدہ،جلد3،صفحہ 217

([29])روح المعانی،جلد8،صفحہ 15

البیضاوی،ناصرالدین،قاضی ، انوارالتنزیل واسرارالتاویل،بیروت،داراحیاء التراث العربی،1418ھ، جلد4،صفحہ 238

([30]) الطبری،ابن جریر،ابو جعفر،جامع البیان فی تاویل القرآن،بیروت،موسسۃ الرسالۃ،1420ھ، جلد20،صفحہ 260

([31]) السرخسی،محمد بن احمد،شمس الائمہ،المبسوط،بیروت،دارالمعرفت،1414ھ،جلد10،صفحہ 152

([32]) عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی،فتح الباری شرح صحیح البخاری،بیروت،دارالمعرفت،1379ھ،جلد8، صفحہ 530

([33]) طبری،محمد بن جریر، ابو جعفر،جامع البیان فی تاویل القرآن،بیروت ،موسسۃ الرسالۃ،،1420ھ، جلد20،صفحہ 324

([34])جصاص،احکام القرآن،جلد5،صفحہ 245

([35])القرطبی،الجامع لاحکام القرآن،جلد14،صفحہ 243

([36]) البیضاوی،ناصرالدین،قاضی ، انوارالتنزیل واسرارالتاویل،بیروت،داراحیاء التراث العربی،1418ھ،جلد4،صفحہ 238

([37])النسفی ،عبداللہ بن احمد ،ابوالبرکات ،مدارک التنزیل وحقائق التاویل،بیروت ،دارالکلم الطیب ،1419ھ،جلد3،صفحہ45

([38]) ابن نجیم،زین بن ابراہیم،البحرالرائق،بیروت،دارالمعرفت،(ت ن) جلد8،صفحہ577

([39]) رازی،فخرالدین،امام،التفسیرالکبیر،بیروت،داراحیاء التراث العربی،1420ھ،جلد26،صفحہ307

([40])القران،الانعام:19

([41])مسلم،جلد2،صفحہ215

([42])القرآن،الاحزاب:550

([43])القرآن،الاحزاب:52

([44]) الشاطبی ،ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی ،الموافقات(حاشیہ) ،دارابن عفان ،1417ھ،جلد1 ،صفحہ 112،

رشید بن علی رضا،محمد،مجلۃالمنار،ناشر (نامعلوم) جلد4،صفحہ493

([45])البخاری،محمد بن اسماعیل،ابوعبداللہ،الصحیح،دار طوق النجاۃ،1422ھ،جلد4،صفحہ 175

([46]) ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،السجستانی،السنن،بیروت،دارالفکر،جلد2،صفحہ185

([47]) الترمذی،محمد بن عیسیٰ،ابوعیسیٰ،السنن،بیروت،داراحیاء التراث العربی،جلد5،صفحہ،273

([48]) ابن سعد،محمد ،بن منیع،ابو عبداللہ ،البصری،الزہری،الطبقات الکبریٰ،بیروت ،دارصادر1968ء،جلد8،صفحہ90

([49]) ابن سعد،الطبقات الکبریٰ،جلد8،صفحہ235

([50])مسلم،بن حجاج،الامام،الصحیح،بیروت،داراحیاء التراث العربی،(س ن) جلد2،صفحہ1051

([51]) مالک بن انس،ابوعبداللہ،موطاامام مالک،مصر،داراحیاء التراث العربی،(ت ن) جلد1،صفحہ328

([52]) ابوداؤد،جلد2،صفحہ167

([53])
http://www.qaradawi.net/site/topics/article.asp?cu_no=2&item_no=7291&version=1&template_id=130&parent_id=17

([54]) ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ،بیروت،دارالعربیہ،جلد1،صفحہ27

([55]) مسنداحمد،مصر،موسسہ قرطبہ،(ت ن) جلد6،صفحہ30

([56])ابن خزیمہ،محمد بن اسحاق،ابوبکر،صحیح ابن خزیمہ،بیروت،المکتب الاسلامی،1970،جلد4،صفحہ203

([57])النسائی،احمد بن شعیب،سنن النسائی،حلب،مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ،1986،جلد4،صفحہ54

([58]) درس ترمذی، جلد اول، صفحہ 77

([59]) الترمذی، جلد اول، صفحہ 194، جلد3، صفحہ 147، جلد3، صفحہ 194

([60]) الترمذی، جلد4، صفحہ 33

([61]) تہذیب التھذیب، بیروت، دارالفکر، 1984، جلد11 صفحہ 288

([62]) البھقی، احمد بن حسین، بن علی بن موسی، ابو بکر، سنن بھیقی الکبری، مکہ مکرمہ، مکتبہ دارالباز، 1994ء، جلد2، صفحہ 76، (قال أبو سعيد الدارمي ومما يحقق قول سفيان بن عيينة أنهم لقنوه هذه الكلمة (ثم لايعود) أن سفيان الثوري وزهير بن معاوية وهشيما وغيرهم من أهل العلم لم يجيئوا بها إنما جاء بها من سمع منه بآخره)

([63]) الدھلوی، عبدالحق، مقدمہ فی اصول الحدیث، بیروت، دارالبشائرالاسلامیہ، 1986، جلد1، صفحہ 38

([64]) النووی، التقریب والتیسیر، جلد1، صفحہ 33

([65]) ملاجیون، شیخ احمد، نورالانوار، کراچی، ایچ ایم سعید، صفحہ 218

([66]) فتح الباری، جلد11، صفحہ 78

([67]) نورالانوار، صفحہ 213

([68]) الشاشی، نظام الدین، اصول الشاشی، ملتان، مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڑ، (ت ن) صفحہ 85

([69]) قیاس کا لغوی معنی "اندازہ" کرنا ہے۔ (لسان العرب، جلد6 ص186) جیسے کہا جاتا ہے: قست الثوب بالذراع أي قدرته به "میں نے گز کے ساتھ کپڑے کا اندازہ کیا" (الدمشقی، عبدالقادر بن بدران، المدخل لابن بدران، بیروت، موسسہ الرسالہ 1401ھ، جلد اول، صفحہ 300) اور اصطلاح میں کہتے ہیں: مساواة فرع الأصل في علة حكمه "فرع کا اصل کے برابر ہونا اس کی حکم کی علت میں" (ایضا، جلد اول، صفحہ 300)